ذبیحہ کے احکام

محمد سرور

شیخ محمد عبدہ جب مصر کے مفتی تھے، تو ٹرانسوال (جنوبی افریقہ) سے اُن کے پاس یہ استفتاء آیا تھا کہ یہاں کے عیسائی گائے کو ایک آلہ "بلط" سے مارتے ہیں (یضربون البقر بالبلط) اور وہ زندہ ہوتی ہے کہ اُسے ذبح کر لیتے ہیں۔ لیکن اس پر وہ تسمیہ (بسم اللہ اللہ اکبر) نہیں پڑھتے، کیا ایسے ذبیحہ کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ (۱) مفتی شیخ محمد عبدہ نے قرآن مجید کی اس آیت کی رُو سے "وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم" اسے حلال قرار دیا تھا۔

اس پر مصر میں بڑا ہنگامہ برپا ہوا۔ اخبارات میں شیخ محمد عبدہ کے خلاف بڑے سخت مضامین لکھے گئے۔ علماء کو اُن کے خلاف محاذ بنانے کے لئے کہا گیا۔ اور بعض مصری رہنماؤں نے جو شیخ محمد عبدہ سے سیاسی اختلافات رکھتے تھے، اُن پر براہِ راست حملے کئے، اور خدیو مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ شیخ محمد عبدہ کو منصبِ افتاء سے برطرف کر دے۔

سید رشید رضا نے جو شیخ محمد عبدہ کے شاگرد تھے، اپنے ماہنامہ "المنار" میں اپنے اُستاد کے فتوے کی تائید میں مسلسل مضامین لکھے، اور بہت سے اور علماء نے بھی شیخ محمد عبدہ کی حمایت کی، آخر میں شیخ موصوف کی مخالفت خود بخود ختم ہو گئی اور علماء ازہر نے مفتی مصر کے موقف کو صحیح تسلیم کر لیا۔

جب مصر میں یہ ہنگامہ پورے زوروں پر تھا، تو سید رشید رضا نے "المنار" میں لکھا تھا:-

"ومن السیاسۃ اذا تلاعبت بالدین لا تبالی بکتاب ولا سنۃ، ولا قول امام ولا مفسر ولا فقیہ ولا لغوی" (یعنی، جب سیاست دین کے ساتھ کھیلتی ہے تو نہ وہ

کتاب کی پروا کرتی ہے، نہ سنت کی اور نہ کسی امام، مفسر، فقیہہ اور لغت کے ماہر کے قول کی)،(۲)

مصر کے اس ہنگامے میں شیخ محمد عبدہ پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ "موقوذہ" "چوٹ سے مرے ہوئے" کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر اُن کے خلاف عوام میں اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

مشینی ذبیحہ کے بارے میں اِس وقت جو بحث چھڑی ہوئی ہے، اس سلسلے میں مولانا مودودی صاحب نے جو بیان دیا ہے، اسے پڑھ کر اُس ہنگامے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو آج سے تقریباً پچاس پچپن سال پہلے مصر میں ہوا تھا۔

مسئلہ زیرِ بحث دراصل یہ ہے۔ جیسا کہ ایک سائل نے ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمان سے پوچھا ہے کہ آیا وہ جانور جن کا کھانا اسلام میں جائز ہے، یورپ میں آج کل اُنہیں جس طرح ذبح کیا جاتا ہے، ان کا گوشت حلال ہوگا یا نہیں، اور اس بارے میں ڈاکٹر صاحب نے اُس کے حلال ہونے کی رائے دی ہے۔

غرض یہ تھا اصل مسئلہ ـــــ یورپ میں مشین سے ذبح کئے جانے والے جانوروں کے گوشت کے حلال یا حرام ہونے کا، اور اس کے متعلق ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی رائے۔ اب ملاحظہ ہو مولانا مودودی صاحب نے اسے جس طرح پیش کیا ہے۔

روزنامہ نوائے وقت مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں مولانا موصوف کا اس کی تردید میں جو مضمون چھپا ہے، اُس کا عنوان ہے:۔

"کیا جھٹکا حلال ہے"

برِّ صغیر کی تقسیم سے پہلے سابق پنجاب میں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے اور انہیں تنگ کرنے کے لئے عام طور پر سکھ جھٹکے پر بہت اصرار کیا کرتے تھے، اور اکثر اس پر مسلمانوں اور سکھوں میں تصادم ہو جاتے تھے۔ جھٹکے کے ذریعہ ایک جانور کو مارنا سکھ اپنی "قومی شان" سمجھتے تھے، اور اس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کو چیلنج دیا کرتے تھے، مختصراً پنجاب میں "جھٹکا" سکھ جارحیت کی ایک روایتی علامت بن گئی تھی۔ اور جب کسی گاؤں میں سکھ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا چاہتے، تو وہ مسلمانوں کو چیلنج دیتے اور جھٹکا کرتے، اس پر قدرتاً مسلمان بھڑک اُٹھتے، اور دونوں گروہوں میں اکثر

تصادم ہو جاتا ہے۔"

یہ ہے اس لفظ جھٹکا کی تاریخ پنجاب میں، اور اسے پڑھ کر یا سُن کر عام مسلمانوں میں جس قسم کا شدید ردّ عمل ہوگا، اُس کا بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مولانا مودودی صاحب کو اگر زیرِ بحث مسئلے کی صحیح تحقیق منظور ہوتی، تو وُہ بڑی آسانی سے جھٹکا کے بجائے مشینی ذبیحہ کے الفاظ استعمال کر سکتے تھے، اور اصل سوال بھی اس وقت اُسی کا ہے۔ لیکن جیسا کہ سید رشید رضا نے لکھا، جب سیاست دین کو آلۂ کار بناتی ہے تو پھر مقصد تحقیق یا تلاشِ حق نہیں، بلکہ عوام کو اشتعال دلا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا ہوتا ہے، اور یہی راہ اس معاملے میں مولانا مودودی نے بدقسمتی سے اختیار کی۔

جھٹکا کے ذیل میں مولانا لکھتے ہیں:۔

"صدیوں سے مسلمان اس سرزمین میں اس جانور کے گوشت کو حرام سمجھتے رہے ہیں جسے کسی غیر مسلم نے اللہ کا نام لئے بغیر دفعتاً اس طرح قتل کیا ہو کہ ایک ہی ضرب میں جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو گیا ہو ایسے جانور کے لئے یہاں کے مسلمان "جھٹکے" کا لفظ استعمال کرتے رہے ہیں ...."

مشینی ذبیحہ کے حلال یا حرام ہونے کے مسئلے کو جو یورپ وامریکہ میں آباد مسلمانوں کو اس وقت درپیش ہے، جھٹکا بتا کر مولانا مودودی نے ایک علمی بحث کو جس طرح سیاسی رنگ دیا ہے وہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ اب اس مضمون میں موصوف نے عوام کو بھڑکانے کا جو دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے، وہ دیکھئے۔ مولانا لکھتے ہیں:۔

"پاکستان کے سرکاری دار الافتاء، ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ میں جو فقہاء مجتہدین جمع ہوئے ہیں، اُنہوں نے غالباً یہ طے کر لیا ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں میں جن مذہبی مسائل پر اتفاق پایا جاتا ہے، اُن کو بھی نزاع و تفرقہ کا نشانہ بنا کر چھوڑیں گے ...."

سب سے پہلے تو مولانا کو معلوم ہونا چاہیئے تھا کہ ادارہ و تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائرکٹر نے جس مسئلے پر رائے دی تھی، (فتوے نہیں) وہ مسلمانوں کے ہاں متفق علیہ نہیں، چناں چہ خود مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا یہ ارشاد ہے:۔

"اہلِ کتاب کے وہ ذبیحے جن پر وہ (عمداً) اللہ کا نام نہیں لیتے یا غیر اللہ کا نام لیتے ہیں، جن پر عزیر کا یا مسیح علیہما السلام کا نام لیتے ہیں، اُن میں علمارِ اُمت کا (ابتدا رسے) اختلاف ہے بعض علمار جائز اور حلال کہتے ہیں اور بعض ناجائز اور حرام ......" (۲)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے مروجہ مشینی ذبیحہ کے حلال ہونے کے حق میں جو کچھ کہا ہے وہ اُنہیں تابعین مجتہدین اور علمار کے فتاویٰ کی روشنی میں کہا ہے، جو اہل کتاب کے ایسے ذبیحہ کو جائز اور حلال کہتے ہیں۔

اب رہا مولانا مودودی صاحب کا "ادارہ تحقیقاتِ اسلامی" کے متعلق یہ طنز کہ وہ" پاکستان کا سرکاری دارالافتار" ہے، اور اس میں" فقہار مجتہدین" جمع ہیں، تو اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے ڈائرکٹر سے لندن سے ایک استفسار ہوا تھا۔ اور اُنہوں نے اس بارے میں اپنی رائے لکھ بھیجی جس سے ظاہر ہے مولانا مودودی کی طرح اور بھی بہت سے علمار کرام کو اختلاف ہے۔ اب یقیناً اس پر بحث ہوگی، اور یہ بحث ہونی چاہیے۔ اور ہر اہل علم کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔ اگر رائے عامہ ڈاکٹر صاحب کی رائے کی تصویب کرے گی تو مشینی ذبیحہ کا حلال ہونا تسلیم کر لیا جائے گا، ورنہ یہ رائے مسترد کر دی جائے گی۔

لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مختلف فیہ مسئلے کے متعلق علمی بحث ہو تاکہ حقیقت سامنے آ جائے لیکن افسوس ہے مولانا مودودی صاحب نے اس مسئلے پر اپنی بحث کا آغاز ہی سیاسی اشتعال انگیزی سے کیا۔ اور نہ صرف زیر بحث مسئلے کو غلط عنوان دے کر پیش کیا، بلکہ عوام کو اشتعال دلانے کے لئے یہ بھی لکھ دیا:-

"...... اور اس کی بدولت ایک دن ہمیں یہ دیکھنا پڑے کہ خود اپنے ملک میں بھی مسلم کو حلال گوشت میسر نہ آسکے۔"

اور مولانا مودودی کی ادارہ تحقیقات اسلامی میں" فقہار مجتہدین" کے جمع ہونے کی پھبتی، تو اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے جب سے مولانا کا ماہنامہ" ترجمان القرآن" نکل رہا ہے، مولانا اس میں برابر" فقہی اجتہاد" فرما رہے ہیں اور اُن کے ان اجتہادات سے علمار کی ایک کافی بڑی تعداد بیزاری کا اظہار کر چکی ہے، اور اُنہیں کسی اعتبار سے بھی اس منصبِ اجتہاد کا اہل نہیں مانتی، جب مولانا اس کے باوجود برابر فقہی اجتہاد فرما رہے ہیں، تو ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے" فقہی اجتہاد" پر وہ کس طرح، اگر وہ اُن کی کسی مسئلے کے متعلق علمی رائے دینے کو یہ نام دیتے ہیں، معترض ہو سکتے ہیں۔

اگر مولانا مودودی صاحب کو حق حاصل ہے کہ وہ "ترجمان القرآن" کے صفحات پر "فقہی اجتہاد" کریں، تو ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو کون سا امر مانع ہے کہ وہ ادارہ تحقیقاتِ اسلامی میں "فقہی اجتہاد" نہ کریں۔ "دارالافتار" تو نہ ادھر ہے نہ اُدھر، آخری فیصلہ تو رائے عامہ کا ہوگا، جسے بالآخر حکومت تسلیم کرے گی۔

اس تمہید کے بعد ہم اصل مسئلے پر آتے ہیں۔

احکام ذبح کا پس منظر

شاہ ولی اللہ رح "حجۃ اللہ البالغہ" کے باب "کھانے پینے کی اشیار" میں لکھتے ہیں:۔ (۴)

اہلِ جاہلیت جانور کو کسی جگہ باندھ دیا کرتے تھے۔ اور پھر اسے تیروں کا نشانہ بناتے تھے تاآنکہ وہ مرجاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے جانور کو انتہائی اذیت پہنچتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبیحہ کے ساتھ احسان کرو۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ اپنی چھری تیز کر لیا کرے اور ذبیحہ کو جلد راحت پہنچائے۔ میں کہتا ہوں، آسان طریقہ سے جان نکالنا داعیہ رحم کی اتباع اور اظہار لطف ہے۔ اور یہ وہ وصف ہے جو رب العالمین کو نہایت ہی پسندیدہ ہے۔ اہلِ عرب عہد جاہلیت میں زندہ اونٹوں کی کرانیں اور دُنبوں اور بکریوں کی چکدیاں کاٹ لیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جانور کے حق میں یہ انتہائی عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا جو حکم شروع فرمایا ہے۔ اس کے سراسر خلاف ہے، لہذا آپ نے اس چیز کو قطعاً ممنوع اور حرام کردیا۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ جو شخص چڑیا یا اس سے کوئی بڑا جانور بلا کسی حق کے مارے گا تو اللہ تعالےٰ اُس کی بازپُرس کرے گا۔ کسی نے عرض کیا، یارسول اللہؐ! اس کا حق کیا ہے ؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اُسے ذبح کرے اور کھالے، ایسا نہ کرے کہ اُس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دے۔ (۵)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جانور ضرورت کے لئے ذبح کیا جائے۔ بلا ضرورت ذبح نہ کیا جائے۔ اور یہ کہ بلا ضرورت خواہ مخواہ کسی حیوانی نوع کو تباہ و برباد کرنا قساوتِ قلبی ہے۔ (۶)

شاہ ولی اللہ رح اسی باب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

" حیوانوں میں بھی انسانوں کی طرح جان ہے، لیکن حکمتِ الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوئی کہ وہ اُن کے لئے حلال ہوں۔ چنانچہ اُس نے انسان کو ان حیوانات پر قابو پانے کی صلاحیت بخشی۔ اس لئے اُس پر واجب ہوا کہ وہ جانور کا خون بہاتے وقت اور اُس کی جان نکالتے وقت اس انعامِ الٰہی (یعنی اللہ

نے اُسے حیوانات پر قابو پانے کی صلاحیت دی) کو فراموش نہ کرے اور شکریہ انعام کی یہی صورت ہے جانور کو ذبح کرتے وقت اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے ۔ (۷)

ذبح یا نحر کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں :-

تمام اہلِ عرب اور یہود عموماً جانوروں کو ذبح یا نحر کیا کرتے تھے اور مجوسیوں کا دستور یہ تھا کہ وہ جانور کو گلا گھونٹ کر یا اُس کا شکم چاک کر کے مارا کرتے تھے ، اور ذبح کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنّت تھی ، اور عربوں اور یہود کے یہاں یہ بطور توارث چلی آ رہی تھی ۔ اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں :-

" نیز ذبح اور نحر کرنے میں ذبیحہ کو بھی راحت ملتی ہے ۔ کیوں کہ جان نکالنے کا یہ آسان ترین طریقہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ فلیرح ذبیحتہ ، چاہیئے کہ اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے اور آنحضرت صلعم نے جانور کو نیم بسمل چھوڑنے کی ممانعت فرمائی ہے ۔ اس کے اندر بھی یہی حکمت ہے " (۸)

غرض انسان کے لئے جانوروں کا (وہ جانور جنہیں شریعت نے حلال قرار دیا ہے) گوشت کھانا زندگی کی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے ۔ اب جب کہ جانوروں میں بھی انسانوں کی طرح جان ہے تو انسان کو چاہیئے کہ ایک تو صرف کھانے کے لئے جانور کی جان لے ، یعنی محض اُسے مارنے کے لئے نہ مارے ۔ دوسرے ایسے طریقے سے جان لے کہ جانور کو کم سے کم اذیت ہو ۔ اور تیسرے جس اللہ نے اُسے اس قابل بنایا ہے کہ وہ جانور کی جان لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے ، وہ اُس کا شکر ادا کرے ، اور جانور کو ذبح کرتے وقت اُس کا یہ احسان نہ بھولے اور اُس کا نام لے ۔

عند الذبح اللہ کا نام لینے پر زور دینے کی حکمت

اسی باب میں عرب کے مشرکین و کفار کا ذکر کرتے ہوئے شاہ ولی اللہؒ صاحب لکھتے ہیں :-

یہ عموماً اصنام اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے ، اور ذبیحہ سے اُن کا مقصود بتوں سے تقرب حاصل کرنا ہوتا تھا ۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا ایک سخت قسم کا شرک ہے ۔ پس حکمتِ الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ اس قسم کے شرک کی قطعاً ممانعت کر دی جائے اور اصنام اور بتوں کے لئے جو جانور ذبح کئے جائیں ، اُن کے کھانے کو ممنوع اور حرام کر دیا جائے تاکہ سرے سے یہ کام نیست و نابود ہو

جائے۔ نیز اس قسم کے ذبیح کی قباحت مذبوح جانور کے اندر بھی سرایت کر جاتی ہے، جیسا کہ ہم باب صدقات میں بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے بھی اس کے کھانے سے روکنا ضروری تھا۔

نیز یہ کہ طواغیت اور اصنام کے لئے جو ذبح ہوتا ہے، وہ ایک مبہم امر تھا اس لئے شارعؑ نے اس کو منضبط کر دیا کہ وہ ایسا ذبیحہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ اور وہ ہے جو تھانوں اور تھانکوں پر ذبح کیا جائے (وماذبح علی النصب) اور وہ ہے جیسے مسلمان اور اہلِ کتاب کے سوا کسی ایسے دین و ملت کا پیرو ذبح کرے، جس کے ہاں غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی حرمت و ممانعت موجود نہیں ہے۔ اور یہی چیز اس امر کی موجب ہوئی کہ عین ذبح کے وقت اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا جائے، کیوں کہ عین ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے ہی سے حلام و حرام میں ظاہرا طور پر فرق و امتیاز ہو سکتا ہے۔ (۹)

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور جو بتوں کے نام سے ذبح کئے جاتے تھے، ان کی پہچان یہ ہوتی تھی کہ اُن پر اللہ کے نام کے بجائے اُن بتوں کا نام لیا جاتا تھا جن کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اُن جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا۔ چناں چہ بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے کا سدباب شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام پڑھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ جو جانور بتوں کے نام پر تھانوں میں ذبح ہو، وہ حرام ہے، اور اُس کا کھانا ممنوع ہے اور اُس کی ظاہری علامت یہ ہوگی کہ اُس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہوگا۔

اسی بات کے پیشِ نظر سید رشید رضا نے اپنی تصنیف "تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ" الجزو اوّل صہ ۷۰۱ - ۷۰۲ میں لکھا ہے:۔

"جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں ذبح شرعی (التذکیۃ الشرعیۃ) کی تمام انواع پر جامع قاعدہ عمومی یہ ہے کہ حیوان کی جان اُسے کھانے کی غرض سے لی جائے۔ اور اس کے لئے صرف ایک دینی شرط ہے اور وہ یہ کہ وہ غیر اللہ کے نام سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ کیوں کہ یہ فسق ہے، خواہ اُس کا ذبح کرنے والا مسلمان ہو، یا بت پرست مشرک جو تھانوں (نصب) پر بتوں کے نام سے ذبح کرتے تھے۔ بعض صحابہ نے اہلِ کتاب کے ایسے ذبیحہ کے کھانے سے منع کیا ہے۔ جو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔ بہرحال یہ بحث "التسمیہ" کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ اور یہ کہ جمہور اس کے خلاف ہیں۔ ہم اس کا ذکر

کر چکے ہیں کہ غیر اللہ کے لئے ذبح کی حرمت کی آیات مکی ہیں۔ اور اس حرمت کی وجہ دینی ہے، جس کا تعلق خالص توحید سے ہے" (۱۰)

طعام اہل کتاب

سورہ المائدہ میں ارشاد ہوا ہے:- الیوم احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم (۵)۔ (آج کے دن تمہارے لئے اچھی چیزیں حلال کر دی گئیں اور اُن لوگوں کا طعام جنہیں کتاب دی گئی، تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا طعام اُن کے لئے حلال ہے)۔ جمہور مفسرین نے طعام کے معنی ذبیحے اور گوشت کے لئے ہیں۔ (تفسیر المنار، الجزء السادس، ص ۱۷۷)۔ (۱۱)

- سید رشید رضا آیت مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

مشرکین عرب کے ہاں مردہ جانور، اور وہ جانور جو چوٹ سے یا گر کر یا گلا گھونٹنے سے مرے ہوں یا بتوں کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں یا اس طرح کے جو اور محرمات تھے، اُن کو کھانے کا طریقہ تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے اُن کے کھانے سے سختی سے منع کیا تاکہ نئے نئے مسلمان ہونے والے اس بارے میں اپنی عادت کی بنا پر تساہل سے کام نہ لیں، اور اہل کتاب مردار اور ذبیحہ لغیر اللہ کے کھانے میں مشرکین عرب سے دُور تھے۔ نیز یہ کہ سیاست دینی یہ تھی کہ مشرکین عرب کے معاملے پر سختی کی جائے تاکہ جزیرہ عرب میں کوئی ایسا مشرک نہ رہے، جو اسلام میں داخل نہ ہو جائے۔ اور اہل کتاب کے معاملے میں اُن کی استمالت (استمالة) کے لئے نرمی کی۔ (۱۲)، (تفسیر المنار الجزو السادس ص ۱۷۸)

اس ضمن میں ابن جریر نے ابوالدرداء اور ابن زید سے روایت کی ہے کہ اُن دونوں سے اُن ذبیحوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اہل کتاب اپنے کنیسوں کے لئے ذبح کرتے ہیں، اُنہوں نے اُسے کھانے کے حق میں فتوےٰ دیا۔ ابن زید کہتے ہیں:-

"اللہ نے اُن (اہل کتاب) کا طعام ہمارے لئے حلال ٹھہرایا ہے، اور اس میں کوئی استثنا نہیں رکھا" (۱۳)

ابوالدرداء سے ایک مینڈھے کے بارے میں پوچھا گیا جو جرجس نام کے کنیسے کے لئے ذبح

کیا گیا اور اُس کے لئے حدیۃً پیش کیا گیا تھا کہ آیا اُسے ہم کھائیں ۔ ابوالدرداء نے سائل سے کہا ۔ وہ اہل کتاب ہیں ۔ اُن کا طعام ہمارے لئے حلال ہے اور ہمارا طعام اُن کے لئے ، اور اُنہوں نے اسے کھانے کا حکم دیا ۔ (۱۴)

سید رشید رضا ، آیت " طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " کے سلسلے میں لکھتے ہیں ،

اس آیت کی تفسیر میں کتاب " فتح البیان فی فہم مقاصد القرآن " میں یہ آیا ہے ،

" حاصل مراد یہ ہے کہ (اہل کتاب کے) ذبیحہ کی حلت مع اپنے فروع کے (اہل کتاب کے ساتھ) مناکحت کے تابع ہے ۔ طعام وہ ہے جو کھایا جائے ، اور اس میں ذبیحہ داخل ہے ۔ اکثر اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ یہاں طعام ذبیحے سے مخصوص ہے اور الخازن نے اسی کو ترجیح دی ہے ۔ اور یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ گوشت وغیرہ کی قسم کے اہل کتاب کے تمام کھانے مسلمانوں کے نزدیک حلال ہیں ، اگرچہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام نہ لیتے ہوں ۔ اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول کی : " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " ۔ جو عمومی ہے تخصیص کرتی ہے ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحے حلال ہیں ، اگرچہ یہودی نے اپنے ذبیحہ پر عزیر کا اور نصرانی نے اپنے ذبیحہ پر مسیح کا نام لیا ہو ۔ ابوالدردا ، عبادۃ بن صامت ، ابن عباس ، الزہری ، ربیعہ ، شعبی اور مکحول کی یہ رائے ہے ۔ علیؓ ، عائشہؓ اور ابن عمرؓ کا قول ہے کہ جب تم کتابی کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیتے سنو تو نہ کھاؤ ۔ طاؤس اور الحسن کا یہی قول ہے ، اور اُنھوں نے اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد سے دلیل لی ہے " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ " ۔ اور اس آیت سے " وما اھل بہ لغیر اللہ " ۔ مالک کا قول ہے کہ ایسا ذبیحہ مکروہ ہے حرام نہیں ، الشعبی اور عطا سے اس کے بارے میں پوچھا گیا ، تو انہوں نے کہا ، ایسا ذبیحہ حلال ہے ، کیوں کہ اللہ نے اُن کے ذبیحے حلال ٹھہرائے ہیں اور اللہ جانتا تھا کہ وہ ذبح کرتے وقت کیا پڑھتے ہیں ۔ یہ اختلاف اُس وقت ہے جب ہم جانیں کہ اہل کتاب نے اپنے ذبیحوں پر غیر اللہ کا نام لیا ہے ۔ لیکن عدم علم کی صورت میں الکیا الطبری اور ابن کثیر کے نزدیک اس آیت کے مطابق اُن کے حلال ہونے پر اجماع ہے ۔ سُنت میں وارد ہوا ہے کہ ایک یہودیہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک بھُونی ہوئی بکری صدیئے میں پیش کی اور آپ نے اُسے کھایا ...... " (۱۵)

شیخ محمد عبدہ مفتی مصر نے اپنے فتوے میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ، ان حوالوں کے بعد لکھا

تھا۔ آیت " الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " کا مردار اور " ما اھل لغیر اللہ بہ " کے حرام ہونے کی آیت کے بعد آنا اس خیال کو رفع کرنے کے لئے تھا کہ چوں کہ اہلِ کتاب (عیسائی) الوہیت عیسیٰؑ پر اعتقاد رکھتے ہیں اس لئے اُن کا طعام کہیں حرام نہ سمجھ لیا جائے ...... اہلِ کتاب کا لفظ مطلق ہے اور اسے ایک منفرسی جماعت پر منطبق کرنا صحیح نہیں۔ غرض یہ آیت اہل کتاب کے طعام کے حلال ہونے کی مطلقاً صراحت کرتی ہے، جیسا کہ وہ اُسے اپنے دین میں حلال سمجھتے تھے۔ اور یہ اس لئے کہ اُن سے معاشرتی تعلقات قائم کرنے اور اُن سے معاملہ کرنے میں رکاوٹ دُور ہو سکے" (۱۶)

ذبیحہ پر "تسمیہ" واجب ہے یا مستحب؟

مولانا مودودی صاحب نے اپنے مضمون میں جو " نوائے وقت " میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے:۔

" تیسری قید قرآن حکیم میں یہ لگائی گئی ہے کہ جانور کو قتل کرنے کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے ...... (اس کے ثبوت میں مولانا نے آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ دیا ہے) .... یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ قرآن کی نگاہ میں ذبح کرنا اور اللہ کا نام لینا دونوں ہم معنی ہیں، اور اللہ کا نام لینے کے بغیر حلال ذبیحہ کا تصوّر ہی نہیں کیا جا سکتا ......"

یہ مولانا مودودی صاحب کا ارشاد ہے۔ اب اس کے خلاف صحابہ، تابعین اور علماء مجتہدین سے جو مروی ہے، وہ ملاحظہ ہو:۔

آیت ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق (الانعام۔ ۱۲۱) کے ضمن میں القرطبی کہتے ہیں:۔ " اگر وہ تسمیہ عمداً یا بھول چُوک میں ترک کر دے، تو ایسے ذبیحہ کو کھائے۔ یہ قول ہے شافعی اور الحسن کا۔ اور یہی روایت ہے ابنِ عباس، ابوہریرہ، عطاؒ، سعید بن المسیب، الحسن، جابر بن زید، عکرمہ، ابو عیاض، ابو رافع، طاؤس اور ابراہیم النخعی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور قتادہ سے۔ الزاہراوی مالک بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا۔ وہ ذبیحہ جس پر تسمیہ عمداً یا بھُول سے ترک ہو جائے، اُسے کھا لیا جائے، اسی طرح ربیعہ سے بھی روایت ہے۔ عبدالوہاب نے کہا، تسمیہ سنت ہے، جب ذبح کرنے والا بھُول کر اسے ترک کر دے تو مالک اور ان کے اصحاب کے نزدیک اُسے کھایا جائے۔ (۱۷)

اسی طرح فقہ شافعی کا ایک فتویٰ ہے،" پس اگر تسمیہ ترک ہو جائے خواہ عمداً ہی، تو ذبیحہ حلال ہوگا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول کی رُو سے " وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم " اہل کتاب کے ذبیحے مباح قرار دیئے ہیں درآں حالیکہ وہ (اہل کتاب) ذبح کے وقت تسمیہ نہیں پڑھتے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ" تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ذبیحے جن پر غیر اللہ کا نام پڑھا جائے یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کئے جائیں، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے " وما اھل لغیر اللہ بہ" سے ہوتی ہے۔ خود سیاق آیت اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،" وانہ لفسق " اور وہ حالت جس میں یہ فسق ہوتا ہے، وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہے۔ ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ تسمیہ کا عمداً ترک کرنا ذبیحہ کو حرام کر دیتا ہے۔ (۱۸)

الطبری نے بھی اپنی تفسیر میں اس مسئلے پر بحث کی ہے،۔ وہ لکھتے ہیں:" اہل کتاب کا طعام حلال اور ان کے ذبیحے صحیح طرح ذبح شدہ (ذکیۃ) ہیں۔ اور جو چیز مومنین پر اللہ تعالیٰ کے اس قول " ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ" کے مطابق حرام کی گئی ہے، وہ اس سے الگ ہے۔ بات یہ ہے کہ اس آیت کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر مردار، اُس سے متعلق چیزیں، اور وہ ذبیحے جو بتوں کے نام سے ہوں، حرام کئے ہیں، اور اہل کتاب کے ذبیحے صحیح طرح ذبح شدہ (ذکیۃ) ہیں، خواہ وہ اُن پر تسمیہ پڑھیں یا نہ پڑھیں کیوں کہ وہ اہل توحید اور اصحاب کتب اللہ ہیں۔ اور اُن کے احکام کو مانتے ہیں۔ وہ (اہل کتاب) اپنے ادیان کے مطابق ذبح کرتے ہیں۔ جیسے مسلمان اپنے دین کے مطابق ذبح کرتا ہے، خواہ وہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے یا نہ لے۔ لیکن اگر وہ ذبح کرتے وقت تسمیہ اس لئے چھوڑ دے کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کی عبادت کرتا، اور اُس کی عظمت کا قائل ہے۔ تو اس صورت میں خواہ وہ اللہ کا نام لے یا نہ لے، اُس کے ذبیحے کا کھانا حرام ہوگا۔"

سید رشید رضا اس پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں،۔ الطبری کی مراد یہ ہے کہ اس طرح تسمیہ ترک کرنا بالکل دین سماوی کو ترک کرنا اور بت پرستی میں داخل ہونا ہے۔ اور ایسا کرنا بتوں کے نام پر ذبیحے کرنے کے تحت آجاتا ہے۔

اہل کتاب کی طرف سے ذبیحہ پر تسمیہ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں، اس بحث کو سید رشید رضا نے

یوں ختم کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"اوپر جو کچھ گزر چکا ہے، اس کا ملخص یہ ہے کہ کتاب اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے اہل کتاب کا طعام (ذبیحہ) مطلقاً مباح کیا ہے۔ اور اس میں یہ شرط نہیں لگائی کہ وہ ذبح (التذکیہ) میں احکام اسلام پر چلیں۔ اور سلف اور خلف میں اکثر مسلمانوں نے اسی اطلاق کو لیا ہے۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ نے اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا گوشت کھایا، جو انہوں نے پکایا تھا...... البتہ حنفیہ کے ہاں یہ شرط ہے کہ کھانے والے کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کے سامنے جو گوشت پیش کیا جا رہا ہے، اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے یا نہیں لیا گیا......"

اس ضمن میں شیخ رشید رضا نے قاضی ابوبکر بن العربی کی کتاب "احکام القرآن" سے قاضی موصوف کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے، جو آیت "الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لهم" کی تفسیر کرتے ہوئے دیا ہے۔ (۲۱) جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

"یہ اس امر پر دلیل قاطع ہے کہ شکار اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے، اُن کا طعام جو کہ اُن اچھی چیزوں (طیبات) میں سے ہو، جو اللہ نے مباح کی ہیں۔ حلال مطلق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو مکرر بیان کیا ہے تو یہ ان فاسد طبائع کے رفع شکوک اور ازالہ اعتراضات کے لئے ہے جو اعتراضات کرتی اور لمبی باتیں بناتی ہیں۔ مجھ سے ایک نصرانی کے بارے میں پوچھا گیا جو مرغی کی گردن مروڑتا ہے (یفتل عنق الدجاجة) اور پھر اُسے پکاتا ہے۔ کیا اُس کے ساتھ اسے کھایا جائے یا اُس سے کیا وہ طعام کے طور پر لی جا سکتی ہے؟ اور یہ آٹھواں مسئلہ ہے۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں وہ کھائی جائے کیوں کہ یہ اُس کا طعام (ذبیحہ) اور اُس کے احبار و رہبان کا طعام ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں اس طرح ذبح (ذکاۃ) نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن (اہل کتاب) کا کھانا مطلقاً ہمارے لئے مباح کیا ہے۔ اور اس بارے میں جو بھی وہ اپنے دین میں پاتے ہیں، وہ ہمارے لئے حلال ہے سوائے اُن چیزوں کے جن میں اللہ نے اُن کی تکذیب کی ہے۔ اور ہمارے علماء کا قول ہے:۔

بے شک وہ (اہل کتاب) ہمیں ہماری بیویوں کے طور پر اپنی عورتیں دیتے ہیں اور ہمارے لئے اُن سے زن و شوئی تعلقات قائم کرنا حلال ہے، تو پھر ہم کیسے اُن کے ذبیحے نہ کھائیں اور کھانا تو بہر حال حلت اور حرمت کے معاملے میں زن و شوئی تعلقات (الوطء) سے کم درجے پر

ہی ہے۔

اس سلسلے میں سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی تفسیر میں قاضی ابن العربی اور ابو عبداللہ العجارہ کا مذہب نقل کیا ہے (۲۲) جو یہ ہے :۔" اگر عیسائی مرغی کی گردن مروڑ کر توڑ ڈالے تو اُس کا کھانا مسلمان کو درست ہے" اور اُن کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے :۔

" طیور منخنقہ بفعل الانسان کا یہ حال نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بسبب عدم اخراج دم اُن کا حال بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ بہائم منخنقہ کا۔ ایک محض مکابرہ و جدال ہے۔ کیوں کہ جو خون کہ بہائم میں ہے، مقداراً اور ماہیتاً جس کے عدم اخراج سے تغیر نفس بہائم مذکور میں واقع ہوتا ہے۔ کوئی سلیم العقل نہیں قبول کر سکتا کہ ویسا ہی طیور میں ہے .... مچھلی اور دریائی جانوروں میں بھی خون ہے مگر وہ طیور سے بھی زیادہ مختلف الاجزا مختلف الترکیب ہے پس جو امر کہ بہائم میں ہے اُس کا قیاس طیور پر صحیح نہیں ہے اور اس لئے حرمتِ طیور منخنقہ کی اُن کی عین ذات سے متعلق نہیں ہے ...."

سید رشید رضا نے تفسیر المنار میں آیت "واذکروا اسم اللہ علیہ" (سورہ المائدہ) اور آیت (ولا تاکلوا مالم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق) کے ذیل میں "تسمیہ" کے بارے میں یہ لکھا ہے :۔

" تسمیہ کے معاملے میں علماء میں اختلاف ہے، کیوں کہ اس کے متعلق کوئی صریح نص نہیں جس پر سلف کا اجماع ہو۔ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے اس آیت (واذکروا اسم اللہ علیہ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے :۔ جب تم شکار کے لئے اپنے سدھائے ہوئے کتوں کو چھوڑو تو بسم اللہ کہہ لو اور اگر تم یہ بھول جاؤ تو کوئی حرج نہیں۔ پس وہ سمجھتے تھے کہ شکار کے لئے کتے کو چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا سنّت ہے۔ ابو ہریرہؓ سے بھی جیسے اوپر گزرا، ایسا ہی مروی ہے، اور طاؤس سے بھی۔ البخاری، النسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ بعض لوگ ہمارے پاس گوشت لے کر آتے ہیں اور ہم نہیں جانتے ہوتے کہ اس پر اُنہوں نے اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں ؟۔ آپ نے فرمایا: تم اُس پر اللہ کا نام لے لو اور کھا لو۔ روایت ہے کہ انہیں اسلام لائے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا۔ (۲۳) ہم نے جو اُوپر کہا ہے، اِس سے

اُس کی تائید ہوتی ہے کہ اس آیت سے ظاہر مراد یہ ہے کہ اس میں کھانے کے وقت (عند الاکل) بسم اللہ پڑھنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ باقی رہے فقہاء امصار، تو ان میں سے شافعیؒ نے کہا ہے کہ ذبیحہ پہ بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، نہ یہ واجب ہے، اور نہ شرط ہے، اور ابو حنیفہؒ، مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک جیسا کہ آخر الذکر سے مشہور ہے، ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اور بھول چوک میں حرج نہیں۔ اور احمد بن حنبلؒ سے روایت ہے کہ یہ مطلقاً واجب ہے ...."

ابن جریر اس آیت (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ لفسق) (۶ - ۱۲۱) کے بارے میں روایات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں :-

"اس میں صحیح (۲۴۲) بات یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس سے اللہ کی مراد یہ ہے کہ وہ جانور جو بتوں اور دیوتاؤں کے لئے ذبح کئے جائیں، یا جو مر جائیں، یا جن کا ذبیحہ حرام ہو۔ اور جس نے یہ کہا کہ اس سے اللہ کی مراد یہ ہے کہ وہ جانور جسے مسلمان نے ذبح کیا اور وہ اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ تو یہ بات شاذ ہونے اور ایسے ذبیحہ کے حلال ہونے پر حجت جامع کے ہونے کی بنا پر صواب سے دُور ہے۔ باقی رہا اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہ فسق ہے (وانہ لفسق)، تو اس سے مراد مُردار جانور اور ایسے جانور کا ہو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا ہو، اور اُس پہ اللہ کا نام نہ پڑھا گیا ہو، گوشت کھانا ہے۔"

ذبح کا شرعی طریقہ

مولانا مودودی صاحب نے اپنے مضمون شائع کردہ "نوائے وقت" میں "ذبح کا صحیح طریقہ کیا ہے؟" پر بھی بحث کی ہے، لکھتے ہیں :-

"اس کی تفصیل قرآن میں بیان نہیں کی گئی۔ احادیث میں بیان کی گئی ہے، اور وہ یہ ہے :"

مولانا نے اس مضمون کی دو حدیثیں ایک دارقطنی کی اور دوسری طبرانی کی نقل کی ہیں۔ اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے :-

"اب چوں کہ قرآن حکیم نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے۔ اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ قرآن کی بیان کردہ شرطِ ذبح سے یہی طریقہ مراد ہے۔ اور جس جانور کو یہ شرط پوری کئے بغیر ہلاک کیا گیا ہو، وہ حلال نہیں ہے :"

سورہ المائدہ کی اُس آیت میں جہاں المیتۃ، الدم اور لحم الخنزیر وغیرہ حرام کئے گئے ہیں

"الا ما ذکیتم" آیا ہے۔ سید رشید رضا نے اپنی تفسیر المنار جزو السادس صہ ۱۴۴ - صہ ۱۴۷ میں — الذکاء والزکاۃ والتزکیۃ والاذکار پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ اُن کی اس بحث کا خلاصہ مطلب یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ (۲۵)

"اور چوں کہ غالب طور پر چھوٹے حیوانات کے لئے جن پر قابو پایا جا سکتا ہے، تذکیہ (لغت میں الذکاء کے معنی اتمام الشیٔ ہے۔ الا ما ذکیتم سے مراد ذبحہ علی التمام ہے۔ تفسیر المنار) کا عام طریقہ ذبح ہے۔ اس لئے تذکیہ کے لئے ذبح کی تعبیر کثرت سے ہونے لگی۔ چناں چہ فقہا نے ذبح ہی کو اصل قرار دے دیا اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ معناً مقصود بالذات ذبح ہی ہے۔ اور اسی سے بعض نے ذبح کو شرعی حیثیت دینے کی تعلیل کی کیوں کہ اس طرح بدن سے خون نکل جاتا ہے، جس کا باقی رہنا، بوجہ اُس کی رطوبات اور فضلے کے، نقصان دہ ہے۔ اسی لئے فقہاء نے حلق، حلق کی دو بڑی رگیں (ودجین) اور المرئی (شاہ رگ کے پاس کی رگ) رگ کا قطع کرنا ذبح کے لئے شرط قرار دیا۔ گو اِن شروط میں اُن میں باہم اختلاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ طب اور شرع میں بغیر دلیل کے ایک طرح کا تحکم یعنی زیادتی ہے، اور اگر یہی بات ہوتی جو اِن فقہاء نے کہی ہے تو شکار کبھی حلال نہ ہوتا جسے شکاری کتا (الجارح) مردہ حالت میں لاتا ہے۔ اسی طرح تیر اور معراض (تیر کی ایک قسم) جب وہ شکار کو چھیدتے ہیں، ان کا شکار حلال نہ ہوتا۔ کیوں کہ جس طرح ذبح سے زیادہ خون نکلتا ہے، چھیدنے سے نہیں نکلتا۔

"صحیح بات یہ ہے کہ اکثر لوگوں کے لئے "التذکیۃ" کی تمام انواع میں سب سے سہل ذبح ہی تھا اور اب بھی برابر ہے، اسی لئے انھوں نے اُسے ہی اختیار کیا اور شرع نے بھی اُن کے لئے اس طریقے کا اثبات کیا، کیوں کہ جان لینے کے جو دوسرے طریقے ہیں، اُن میں حیوان کو جو اذیت ہوتی ہے، وہ اس میں نہیں ہوتی۔ اور اس طرح شرع نے شکاری کتوں، تیروں اور معراض وغیرہ سے شکار کرنے کی لوگوں کو اجازت دی۔

"اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "التذکیہ" کے کسی ایسے طریقے کی اطلاع ہوتی، جو حیوانوں کے لئے زیادہ سہل ہوتا اور اُس میں کوئی ضرر نہ ہوتا جیسے کہ بجلی سے التذکیہ کا طریقہ ہے، بشرطیکہ اُس میں یہ بات ہو جو میں نے بیان کی، تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُسے "ذبح" پر فضیلت دیتے۔ کیوں کہ آپ کی شریعت کا یہ قاعدہ ہے کہ لوگوں پر وہی چیز حرام کی جاتی ہے،

جس میں اُن کو یا جو دوسرے زندہ ہیں، اُن کو ضرر پہنچتا ہو۔ اور چوٹ مار کر (وقذ) حیوان کو اذیت دینا اور اس طرح کے جو دوسرے طریقے ہیں، اُن میں ضرر ہے"

اس کے بعد سید رشید رضا نے اس طرح کے اُمور کے بارے میں اصولی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"کھانے اور لباس کی عادات کے جو اُمور ہیں، وہ "تعبدی" نہیں، یعنی یہ کہ ان امور کے اقرار و اثبات کی حیثیت لوگوں کے لئے اللہ کی عبادت کی ہو۔ یقیناً عبادت کے جو احکام ہیں، اُن پر تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ اور کسی مسئلے کے بارے میں شارع ؑ کی کیا مراد ہے اور اُس کے پیش نظر کیا حکمت ہے، اُسے صرف اسی طرح جانا جاتا ہے کہ اُس کے متعلق جو کچھ بھی وارد ہوا ہے سب کے سب کو سمجھا جائے، اب اگر عادات میں سے کسی چیز پر لوگوں کا اقرار و اثبات اور اُس چیز کو شارع ؑ کا اختیار کرنا اُس کے "تعبدی" یعنی عبادت ہونے کی حجت ہوتا تو مسلمانوں پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اکل و شرب اور سونے کی کیفیت کا اتباع واجب ہوتا، بلکہ اس سے بھی واجب تر ہونے کا حق رسول اللہ صلعم کی مسجد کے جو صفات تھیں، اُن کو ہوتا، اور اس کی وجہ سے مسجدوں میں فرش بچھانا اور اُس میں چراغ وغیرہ رکھنا حرام ہوتا"

اس سب بحث سے سید رشید رضا نے آخر میں یہ نتیجہ نکالا ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"التذکیۃ" کے بارے میں جو کچھ بھی وارد ہوا ہے، اُس سب پر ہم نے غور و تامل کیا ہے، چنانچہ ہم اُس سے یہ سمجھے ہیں کہ اس سے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غرض یہ ہے کہ جہاں تک استطاعت ہو، جانور کو اذیت سے بچایا جائے" (۲۶)

ایک اشکال

قاضی ابوبکر بن العربی کے اس فتوے پر جو اوپر گزر چکا ہے، کہ "اللہ نے اہل کتاب کا طعام مطلقاً ہمارے لئے مباح کیا ہے" ایک اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اہل کتاب میں سے عیسائی خنزیر کھاتے ہیں، تو کیا اس صورت میں اُن کا یہ "طعام" ہمارے لئے مباح ہو گا۔

سید رشید رضا نے شیخ محمد عبدہ کی سوانح عمری میں اس اشکال کو یوں رفع کیا ہے :- (۲۷)

"اگر غور کیا جائے تو ابن العربی کے قول میں کوئی اشکال نہیں۔ بات یہ ہے کہ اللہ نے

اُن (اہلِ کتاب) کا طعام (ذبیحہ) جسے وہ اپنے دین میں حلال سمجھتے ہیں، اور جو طریقہ بھی اُسے ذبح کرنے (ذکاۃ) کا اُن کے لئے مباح کیا گیا ہے، اُس کے مطابق ذبح کرتے ہیں، ہمارے لئے اُس کا کھانا مباح کیا ہے۔ اور اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ اُس ذبح کئے ہوئے جانور کو اُسی طریقے پر ذبح (ذکاۃ) کیا گیا ہو، جیسے ہمارے ہاں ذبح کیا جاتا ہے۔ اس میں مستثنیٰ صرف وہ طعام (ذبیحہ) ہے، جسے اللہ سبحانہٗ نے ہمارے لئے حرام ٹھہرایا ہے، جیسے بالخصوص خنزیر اور وہ مُردار جو کھانے کے قصد سے قتل نہ کیا گیا ہو۔ باقی رہا وہ طعام جو بالخصوص ہمارے لئے حرام نہیں ٹھہرایا گیا تو وہ اُن (اہلِ کتاب) کے باقی تمام طعاموں (ذبیحوں) کی طرح مباح ہے ۔ وہ تمام حیوانات جنہیں ذبح کرنے (ذکاۃ) کی ضرورت ہوتی ہے، پس اگر اُن کو اُن (اہلِ کتاب) کے دین کے مطابق ذبح کیا جائے، تو اُن کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے۔ اور اس میں یہ شرط نہیں کہ اُن (اہلِ کتاب) کا ذبح کا طریقہ (ذکاۃ) ہمارے ذبح کے طریقے (ذکاۃ) سے موافقت رکھتا ہو۔ اور یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے اور ہمارے لئے سہولت کی گئی ہے۔

اس کے بعد سید رشید رضا اس مسئلے کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔ چناں چہ لکھتے ہیں:۔

"جب خود ہماری شریعت میں ذکاۃ (جانور کو کھانے کے لئے مارنے) کے طریقوں میں اختلاف ہے، پس بعض جانوروں کے لئے "ذبح" ہے، بعض کے لئے "نحر" اور بعض کے لئے "عقر"، اور بعض کا سر کی طرح کا یا اُس سے مشابہ عضو کاٹنا جیسے کہ ٹڈی کا، اور بعض کو گرم پانی میں ڈالنا جیسے کہ حلزون کو (صدف میں چھوٹا سا جانور ہوتا ہے) غرض جب حیوانات کو کھانے کے لئے قتل کرنے کے متعلق ہمارے ہاں یہ اختلاف ہے، تو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہمارے علاوہ کسی دوسری ملت میں ذکاۃ (کھانے کے لئے حیوان کو ذبح کرنے) کے سلسلے میں حیوان کی گردن قطع کرنے کو مشروع کیا گیا ہو، جب ایک کتابی (اہلِ کتاب کا فرد) اسے حلال سمجھتا ہے، تو جیسا کہ ہمارے رب نے ہمیں اجازت دی ہے، ہم اُس کا طعام کھا سکتے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ لازم نہیں کہ ہم اُن (اہلِ کتاب) کی شریعت کی چھان بین کریں۔ بلکہ اگر ہم اُس دین والوں کو دیکھیں کہ وہ اسے حلال سمجھتے ہیں تو ہم اُسے کھائیں جیسا کہ قاضی ابوبکر بن العربی نے کہا ہے کہ یہ اُن کے احبار و رہبان کا طعام ہے۔"

اس کے بعد سید رشید رضا لکھتے ہیں:۔

اس مسئلے میں اشکال اس لئے واقع ہوا کہ ہمارے ہاں جس حیوان کی پوری گردن قطع کر دی جائے، اُس کا کھانا مباح نہیں سمجھا جاتا، بلکہ وہ مردار (میتة) کے حکم میں آجاتا ہے۔ اس کی وجہ سے ایسے جانور کو کھانے سے طبائع نفرت کرتی ہیں۔ پس جب قاضی ابوبکر بن العربی نے اہل کتاب کے طعام (ذبیحہ) کے مباح ہونے کا فتویٰ دے دیا، تو یہ اشکال رفع ہو گیا۔

یہ بحث کافی طویل ہے۔ اور سید رشید رضا نے تفسیر المنار میں اور اسی طرح اپنے اُستاد کی سوانح عمری میں اس کے متعلق کافی روایات اور علماء کی آراء جمع کر دی ہیں، جنہیں اگر ضرورت پڑی تو ہم تفصیل سے پیش کر دیں گے۔

استدراک

یہاں پاکستان میں مشینی ذبیحہ کی حالیہ بحث کوئی ڈھائی سال قبل مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی کے دینی و علمی ماہنامہ "بینات" میں شروع ہوئی تھی، اس ماہ نامہ کے فروری ۱۹۶۵ء کے شمارے میں "اہل یورپ کے ذبیحہ اور غذاؤں کے متعلق استفتاء اور اُس کا جواب" چھپا تھا۔ یہ استفتاء جنیوا (سوئٹزرلینڈ) کے "اسلامی مرکز" سے آیا تھا۔ ؎

استفتاء کا خلاصہ یہ ہے:- "یورپین ممالک میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے رائج الوقت ذبیحہ کے متعلق شریعت اسلامیہ کے احکام کی روشنی میں جناب والا کی کیا رائے ہے؟ مسلمانوں کے لئے اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ (اس مسئلہ میں علماء کے اقوال و آراء بہت مختلف ہیں۔ چنانچہ .... (بینات۔ ماہ فروری ۱۹۶۵ء)

اس کے بعد اسی استفتاء میں استفتاء کرنے والوں نے بتایا ہے کہ

(۱) بعض علماء کہتے ہیں کہ "موجودہ یہودیوں اور نصرانیوں کا "کھانا" (ذبیحہ) مسلمانوں کے لئے

؎ یہ "اسلامی مرکز" جماعت اخوان مسلمون کا ہے، اور یہاں سے "المسلمون" کے نام سے ایک مجلہ عربی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ اخوان مسلمون کو دنیائے عرب کی "اسلامی جماعت" سمجھنا چاہیئے۔ ان دونوں جماعتوں کے مبادی، اصول، طریق کار یہاں تک کہ لٹریچر بھی ایک سا ہے۔ اور دونوں جماعتیں ایک دوسرے کی کتابوں اور افکار و آراء سے استفادہ کرتی ہیں۔

حلال نہیں اور نہ ہی یہ وہ اہل کتاب ہیں جن کا ذبیحہ اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے حلال کی ہیں "

(۲) "اس کے برعکس بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ آج کل کے یہودی اور نصرانی بھی وہی اہلِ کتاب ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے۔ اور جن کا طعام (ذبیحہ) ہم مسلمانوں کے لئے حلال کیا ہے ...."

(۳) "بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان اہلِ کتاب سے (جن کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال کیا گیا ہے) وہ لوگ مراد ہیں، جو جانوروں کو ذبح کرنے میں اپنے آباء و اجداد کے اُسی طریق پر قائم ہیں جو نزولِ قرآن کے وقت جب کہ مسلمانوں کے لئے اُن کے کھانے (ذبیحے) حلال کئے گئے تھے، اُن میں رائج تھا (لہٰذا آج کل جو یہودی اور نصرانی اسی طریق پر جانور ذبح کرتے ہیں (جو بعینہٖ اسلامی طریق ہے) اُن کا ذبیحہ تو مسلمانوں کے لئے جائز ہے اور جو لوگ جدید طریقوں سے مشینوں یا بجلی وغیرہ کے ذریعہ سے جانور کو ہلاک کرتے ہیں، اُن کا کھانا جائز نہیں "

(۴) ایسے بعض علماء بھی ہیں جن کا کہنا ہے کہ ان یورپین اقوام میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو جانوروں کو اس طرح ہلاک کرتے ہیں کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلتا .... اس لئے اُن کے حلال ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا "

(۵) "بعض علماء کہتے ہیں کہ یورپ میں تو بعض ملک ایسے بھی ہیں جہاں زندہ جانور کو (ذبح یا ہلاک کرنے کے بجائے انجکشن دے کر) سُن اور بے حس کر دیتے ہیں تاکہ ذبح یا کاٹنے کی تکلیف اس کو نہ ہو، لیکن یہ کیفیت وقتی ہوتی ہے۔ اس سے جانور ہلاک نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر اس بے حسی کی مقررہ مدت کے اندر اُس کو ذبح کیا یا کاٹا نہ جائے تو یہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور زندگی کے آثار لوٹ آتے ہیں (تو ایسی صورت میں اس جانور کا کیا حکم ہے)۔ (بینات فروری ۶۵ء۔ صہ ۲۱-۲۲-۲۳)۔

"اسلامی مرکز" جنیوا کا یہ استفتاء تھا۔ اور "حضرت الشیخ العلامہ مفتی محمد شفیع صاحب (مفتیٔ اعظم پاکستان) کا جواب ایک تو" اجمالی جواب" ہے۔ اور دوسرا "تفصیلی جواب اور اُس کے دلائل" ہیں۔ یہاں مفتی صاحب کا " اجمالی جواب" پورے کا پورا دیا جا رہا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں:۔

عبد ضعیف کے جواب کا خلاصہ تو تین فقرے ہیں :۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے قول وطعام الذین اُوتوا الکتاب حلٌ لکم میں اہل کتاب سے عام اہل کتاب یہودی و نصرانی مراد ہیں۔ یہ آیت کریمہ صرف ان اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں جو اپنے حقیقی دین پر قائم اور اصلی کتاب پر کاربند ہوں۔

(۲) طعام اہل کتاب سے مراد وہ کھانا ہے جو اُن کے دین میں بھی حلال ہو اور اسلام میں بھی حلال ہو۔ لہذا مرا ہوا، گلا گھونٹ کر یا گردن توڑ کر ہلاک کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لئے حلال نہ ہوگا۔ اگرچہ اہل کتاب اس کو حلال سمجھتے اور کھاتے ہوں؎

(۳) اہل کتاب کے اُن ذبیحوں کا گوشت جن پر (قصداً) اللہ کا نام نہ لیا ہو یا غیر اللہ کا نام لیا ہو، عام صحابہ، تابعین اور کبار ائمہ رحمہم اللہ کے نزدیک بنص قرآں حرام ہے۔ ہاں بعض تابعین اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک ایسے ذبیحہ کا گوشت کھانا حلال ہے، لیکن امام غزالی علیہ الرحمۃ نے امام شافعیؒ کے اس قول کو خرقِ اجماع (اجماع اُمت کو توڑنا) قرار دیا ہے۔

؎ مفتی صاحب نے اپنے "تفصیلی جواب" میں ایک جگہ لکھا ہے :" ...... لیکن ذبیحے کے احکام عیسائی مذہب میں ہم آج تک بعینہٖ وہی موجود پاتے ہیں، جو نصوص قرآن کے موافق و مطابق ہیں۔ اِن میں مطلق تغیر و تبدل نہیں کیا بلکہ وہ اب بھی انہی احکام کے معتقد اور پابند ہیں۔ چناں چہ جو مطبوعہ انجیل آج بھی عیسائیوں کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اُس کے کتاب اعمال حواریین باب ۱۵ آیت ۱۹ و ۲۰ میں ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں لکھا ہے :۔

(۱) بلکہ میرا حکم ان غیر نصرانی اقوام کے متعلق جو خدا کو مانتی ہیں، یہ ہے کہ ہم اُن کو بجز اس کے اور کسی بات کا مکلف (پابند) نہ بنائیں کہ اُن کے پاس لکھ کر بھیج دیں کہ وہ بُت پرستی، زناکاری سے بچیں اور گلا گھونٹ کر مارے ہوئے جانور اور خون سے اجتناب کریں۔

(۲) میں اور روح القدس ہم تم کو صرف اس لابدی امر کا پابند بنانا چاہتے ہیں کہ تم بُتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کے گوشت سے اور خون سے اور گلا گھونٹ کر مارے ہوئے جانوروں کا گوشت کھانے سے، زناکاری و فحش کاری سے اجتناب و احتراز کرو۔ (آیت ۲۹)۔ (بینات فروری ۱۹۶۶ء)

لهذا جو مسلمان یورپین ممالک میں سال ہا سال سے دراز سے رہتے ہیں اور مستقل طور پر وہاں آباد ہیں، اگر اُن کی مجبوری حدِ اضطرار کو پہنچ جائے (یعنی ایسے جانور کا گوشت کھائے بغیر زندہ رہنا دشوار ہو جائے) اور وہ امام شافعیؒ کے اس مرجوح (ناپسندیدہ) قول کو اختیار کر کے ایسے جانوروں کا گوشت کھانے لگیں تو ممکن ہے کہ وہ عند اللہ بھی معذور و مجبور سمجھے جائیں (اس لئے کہ بہر حال ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کے فتویٰ پر عمل کیا ہے) لیکن اس کے باوجود اس سے بچنا اور ایسا گوشت نہ کھانا احتیاط و سلامتی سے قریب تر ہے۔ واللہ اعلم،

مفتی صاحب نے اپنے "تفصیلی جواب" میں جماعت اخوان مسلمون کے جو عرب دنیا کی جماعت اسلامی" ہے،" ماھنامہ المسلمون کے بعض فتوؤں" کی جن میں ابو بکر بن العربی کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ وہ" اہل کتاب کے گلا گھونٹ کر ہلاک کئے ہوئے جانور کو حلال کہتے ہیں" تردید کی ہے نیز اس ضمن میں مفتی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:۔

"حیرت اس پر ہے کہ" المسلمون" کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ اس پر (مسلمانوں کے لئے اہلِ کتاب کے تمام کھانے (ذبیحے) حلال ہیں، خواہ ذبح کیا ہوا جانور ہو یا گلا گھونٹ کر یا گردن توڑ کر ہلاک کیا ہوا۔ یہ سب "وطعام الذین اوتوا الکتاب" کے تحت آتے ہیں) تمام فقہاء متفق ہیں"

(بینات، فروری ۷۵ء، ص۱۴)

مفتی صاحب نے ماہنامہ" المسلمون" کی شکایت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے:۔

"اسی طرح المسلمون کے بعض فتوؤں میں اہل کتاب کے تمام کھانوں (ذبیحوں) کو اگرچہ شرعی طریق کے مطابق ذبح نہ بھی کئے گئے ہوں، ضرورۃ ملحۃ (اضطراری ضرورت) کے تحت حلال کیا گیا ہے ...."

یاد رہے جنیوا کا یہ رسالہ" المسلمون" جماعت اخوان مسلمون کا آرگن ہے، اور یہ جماعت ہمارے ہاں کی جماعت اسلامی کی مثیل ہے بلکہ اکثر امور میں مرجع رہی ہے۔

جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اسی بارے میں جو" تفصیلی جواب" دیا ہے، اُس کا اختتام یوں فرمایا ہے:۔

(۳) اہلِ کتاب کے وہ ذبیحے جن پر وہ (عمداً) اللہ کا نام نہیں لیتے یا غیر اللہ کا نام لیتے ہیں، جن

پر عزیر کا یا مسیح علیہما السلام کا نام لیتے ہیں، ان میں علماء امت کا (ابتدا سے) اختلاف ہے، بعض علماء جائز اور حلال کہتے ہیں اور بعض ناجائز اور حرام۔ لہذا آج کل یورپین ممالک میں آباد مسلمان اگر مجبوری کی بنا پر ان علماء کے قول پر عمل کریں جو جائز و حلال کہتے ہیں تو گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن پھر بھی بچنا بہتر اور سلامتی سے قریب تر ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یورپ یا امریکہ وغیرہ اہل کتاب کے ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان ذبیحوں کا گوشت کھانے سے کلّی طور پر احتراز و اجتناب کریں جو شرعی طریق ذبح کے خلاف مثلاً گلا گھونٹ کر یا گردن توڑ کر یا کسی اور غیر شرعی طریق پر ہلاک کیے گئے ہوں، وہ سب میتة (مردار) کے حکم میں ہیں جو نہ اُن کے مذہب میں حلال ہیں نہ ہمارے مذہب میں اور کوئی ایک مسلمان بھی اُن کے حلال ہونے کا قائل نہیں۔ ہاں جو جانور معروف طریق پر ذبح تو کیے گئے ہوں، مگر ان پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ یا عزیر و مسیح علیہما السلام کا نام لیا گیا ہو، جمہور صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین کے نزدیک تو وہ بھی حرام ہیں صرف بعض تابعی اور ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہیں اور اُن کا کھانا جائز ہے، تو جو مسلمان سال ہا سال سے اُن ممالک میں آباد ہونے کی وجہ سے ان ذبیحوں کا گوشت کلّی طور پر ترک کرنے میں تنگی اور مجبوری محسوس کریں اور اُن بعض تابعین اور امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کریں اور کھالیں تو توقع یہ ہے کہ اُن پر اکلِ حرام کا عذاب نہ ہوگا۔

"بینات" کے ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ (مارچ ۱۹۶۵ء) کے شمارے میں اسی مسئلے کے متعلق ایک اور استفتاء اور مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا جواب چھپا ہے۔

استفتاء یہ ہے:۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

(۱) بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ :" احادیث میں جو طریق ذبح مذکور ہے، یعنی حلق اور لبہ پر چھری، چاقو وغیرہ دھاردار آلہ سے ذبح یا نحر کرنا" امر تعبدی" نہیں بلکہ امر عادی ہے، عرب میں چوں کہ اسی طرح جانور ذبح کیے جاتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چند ہدایات کے ساتھ اسی طریق کو قائم رکھا۔ لہذا مسلمان یا کتابی "بسم اللہ اللہ اکبر" کہہ کر جس طریق پر بھی جانور

ذبح کرلیں، ذبیحہ حلال ہوگا" یہ قول صحیح ہے یا نہیں؟

(۲) صنعتی ترقی کے اس مشینی دور میں انسان زیادہ سے زیادہ کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی بجائے مشینوں سے لے رہا ہے۔ چنانچہ یورپ و امریکہ میں ایسی برقی مشینیں ایجاد ہوگئی ہیں کہ بہت سارے جانور اس کے نیچے کھڑے کردیئے جاتے ہیں اور ایک مرتبہ بٹن دبانے سے ان سب کی گردنیں کٹ جاتی ہیں۔

اگر بٹن دبانے والا مسلمان یا کتابی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر بٹن دبائے تو یہ تسمیہ صحیح اور ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا اس استفتاء کا "خلاصہ جواب" یہ ہے:-

(۱) یہ قول صحیح نہیں۔ جانور کے حلال ہونے کے لئے بہ نص قرآن ذکوٰۃ شرعی ضروری ہے۔ اور "ذکوٰۃ اختیاری" کا طریقہ شرعیہ ذبح یا نحر ہے۔ اور ان کا محل حلق اور لبّہ ہے جس کا تعین حدیث صحیح میں "امور عادیہ" کے طور پر نہیں بلکہ "تشریعی" طریقہ پر کیا گیا ہے۔

(۲) اس طرح جانور کی گردن اوپر کی طرف سے کاٹ کر علیحدہ کردینا۔ خواہ دستی چھری کے ذریعہ ہو، یا کسی مشین کے ذریعہ، ذبح کے شرعی طریقہ کے خلاف اور باتفاق جمہور ناجائز اور گناہ ہے۔ البتہ جو جانور اس ناجائز طریقے سے ذبح کردیا گیا ہے۔ اس کا گوشت حلال ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر بٹن دبانے سے بیک وقت چھری سب جانوروں کی گردنوں پر آگئی۔ اور بسم اللہ پڑھ کر بٹن دبایا گیا۔ تو یہ ایک بسم اللہ سب کے لئے کافی ہوگی۔ ورنہ اگر آگے پیچھے گردنیں کٹیں۔ تو یہ بسم اللہ صرف پہلے جانور کے لئے کافی ہوگی۔ باقی جانوروں کے لئے یہ بسم اللہ معتبر نہ ہوگی۔ اور اسی لئے باتفاق اُمت یہ جانور حرام اور مردار قرار پائیں گے۔

پھر اس طرح گردن کے اوپر سے ذبح کئے ہوئے جانور جن پر بسم اللہ پڑھنا معتبر بھی ہے۔ اُن کے حلال ہونے میں فقہا صحابہ و تابعین میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کا بھی حرام ہونا منقول ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس طریقہ ذبح کے ناجائز اور گناہ ہونے کے باوجود اس کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری۔ کتاب الذبائح)۔

آخر میں مفتی صاحب نے "خلاصہ کلام" کے ضمن میں لکھا ہے:-

مذکورہ بالا تفصیل میں سوال کے دونوں نمبروں کا جواب آگیا۔ اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یورپ کے شہروں کا مروجہ طریقہ ذبح خلافِ شرع اور موجب گناہ ہے مسلمانوں کو جہاں تک قدرت ہو اس سے بچیں اور اپنے ملکوں میں اس رواج کو بند کریں اور یورپ کے علاقوں میں رہنے والے مسلمان جو اس طریقہ کے بدلنے پر قادر نہیں اور گوشت کی ضرورت بہرحال ہے ان کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اس گوشت کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔ ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو حرام ہوگا:۔

(۱) مشین کے ذریعہ ذبح کرنے والا آدمی مسلمان یا نصرانی یا یہودی ہو۔

(۲) مشین کی چھری جانوروں کی گردن تک پہنچانے کے وقت اس نے خالص اللہ کا نام بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا ہو۔

(۳) یہ چھری جتنے جانوروں کی گردن پر بیک وقت پڑی ہے وہ جانور ممتاز اور الگ ہوں۔ دوسرے جانور جن پر چھری بعد میں پڑی ہے۔ اور وہ مردار ہیں، ان کا گوشت پہلے جانوروں کے گوشت میں مخلوط نہ ہو گیا ہو۔ مگر ظاہر ہے کہ باہر سے جانے والے اور مختلف علاقوں کے رہنے والے مسلمانوں کو ان شرائط کے پورے ہونے کا علم ہونا آسان نہیں اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم!

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہٗ، دارالعلوم کراچی۔ ۲۲ ذیقعدہ ۸۴ھ

انہی دنوں مولانا مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان نے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے اس فتوے سے اختلاف کیا تھا۔ چنانچہ ماہنامہ "بینات" بابت جولائی نے "مشینی ذبح سے متعلق حضرت العلامہ مولانا مفتی محمود صاحب شیخ الحدیث مدرسہ قاسم العلوم کا مکتوب" چھاپا تھا۔ جس کے شروع کے پیرے یہ ہیں:۔

بینات بابت ماہ ذی قعدہ ۸۴ھ میں ذبح کا مسنون طریقہ کے عنوان کے تحت حضرت مولینا مفتی محمد شفیع صاحب صدر دارالعلوم کراچی کا فتویٰ نظر سے گزرا۔ حضرت مفتی صاحب جیسی عظیم و معروف شخصیت کے اس فتوے سے یورپ و امریکہ کے ممالک میں مروج طریق پر جس کا اسلامی ذبح سے کوئی علاقہ نہیں، اسلامی ذبح کی مہر تصدیق ثبت ہوگئی، اور پاکستانی "مستغربین" جو آج تک مشینی ذبح کے طریق کو ملک میں رائج کرنے سے اس لئے کتراتے تھے کہ علماء کرام ایسے ذبیحہ کی حلت اور عام استعمال میں رکاوٹ بنیں گے، آج آپ سے آپ اُن کی مشکل آسان ہوگئی۔ اور جو صورتِ حال اُن کے لئے

سوہانِ روح بنی ہوئی تھی اور ہر قیمت پر وہ اس سے نمٹنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے، آج اُن کے راستے کا وہ سنگِ راہ ہٹا دیا گیا۔

پھر بینات جیسے دینی و علمی رسالہ نے اس کو شائع کر کے یہ تاثر دیا کہ جو رسالہ سال ڈیڑھ سال سے جدید پیش آمدہ مسائل کے سلسلہ میں نصوص قرآن و حدیث پر سختی سے جمے رہنے اور اسلامی سنت پر سختی سے کاربند رہنے اور ملحدین کی تحریفات و تجددات سے بچنے بچانے کے لئے زور شور سے چلا رہا ہے، وہ اتنی جلدی سے اس اہم اور عوامی اہمیت کے حامل مسئلہ میں اس فتوے کی اشاعت پر آمادہ ہو گیا تو لازمی طور پر مشینی ذبح کے جواز میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

میرے محترم اس فتوے میں جہاں تک مشینی ذبح اور برقی طاقت سے چلنے والی مشین کے ذریعہ بٹن دبا کر حلق کاٹ دینے کے جواز اور اُس کے نتیجے میں گوشت کی حلت کا معاملہ ہے اُس کا تو واضح طور پر اقرار کر لیا گیا ہے کہ جب کہ بٹن دبانے والا مسلمان یا کتابی ہو اور بٹن دبانے کے وقت اُس نے تسمیہ پڑھ لیا ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا۔

اس ذبیحہ کے جائز اور گوشت کے حلال ہونے کے واضح فتوے کے بعد صرف یہ کہنا کہ یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے یا مکروہ ہے یا ظلم اور بے رحمی ہے، یا ذابح (ذبح کرنے والے) کا یہ فعل بُرا ہے، بالکل بے معنی ہے جب کہ آپ نے ذبیحہ کو جائز اور گوشت کو حلال کہہ دیا۔

مہربان من! میں سمجھتا ہوں کہ بٹن دبانے والا مسلمان بھی ہو اور بٹن دباتے وقت تسمیہ بھی پڑھے تب بھی مشین کے مروجہ ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا، بلکہ وہ مردار ہی ہے۔

[مولانا مفتی محمود صاحب کے نزدیک چوں کہ "ذبح اختیاری میں ذابح (ذبح کرنے والے) کا فعل (اپنے ہاتھ سے گلا کاٹنا) اور اُس کی تحریک کا موثر ہونا شرط ہے"] اور اس میں شک نہیں کہ برقی مشین سے جو جانوروں کے گلے کٹتے ہیں، وہ یقیناً نہ انسان کا فعل ہے نہ اُس کے ہاتھ کی قوت کو اس میں کوئی دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اُس کو انسان کا فعل نہیں کہہ سکتا، اس لئے اس کو مشینی ذبیحہ کہتے ہیں۔

آخر میں مولانا مفتی محمود صاحب نے لکھا ہے:-

اس لئے میں مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی سے باادب درخواست کرتا ہوں کہ

وہ اس فتوے پر نظرِ ثانی فرما کر اس کی اصلاح فرمائیں اور "بینات" اس کو جلد از جلد نمایاں طور پر شائع کرے ۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا اسی مسئلے پر حال ہی میں ایک اخباری بیان آیا ہے جس کا ضروری متن یہ ہے ۔ " ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے تازہ بیان میں اس کا تو اعتراف کر لیا گیا ہے کہ ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے جب کہ اس سے پہلے بیان میں ان کے الفاظ یہ تھے کہ ۔ (ہر شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ خصوصاً اہل کتاب کا جائز ہے) ۔ مگر اس کے ساتھ ہی بعض ضعیف روایات اور بالاتفاق اُمت مرجوح اقوال کا سہارا لے کر اس پر اب بھی اصرار کیا ہے کہ ۔ بسم اللہ کے بغیر ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب! خدا کے لئے اس پر غور کریں کہ مسلمان یا کتابی کی شرط کا خود منشاء یہی ہے کہ یہ لوگ بسم اللہ کے بغیر ذبیحہ کو حرام سمجھتے ہیں ۔ ورنہ چھری پھیرنے میں مسلمان اور کافر میں کیا فرق ہے اور ۔ خدا کے لئے یہ بھی تو بتلائیں کہ یہ کون سا وقت کا تقاضا ہے کہ وہ اس وقت ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لینے کی مہم چلا کر مسلمانوں میں نیا خلفشار پیدا کر رہے ہیں جب کہ مشرق و مغرب کے مسلمان اس پر متفق ہیں کہ بغیر اللہ کے نام کے ذبیحہ حلال نہیں ہوتا ۔ بلکہ یہودی بھی اس کو شرط لازم سمجھتے ہیں ۔ اور افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس تازہ بیان میں پھر میرے فتویٰ اور مفتی محمود صاحب کے اختلاف کا ذکر کر کے یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ مذکورہ مسائل میں علماء کا کچھ اختلاف ہے جبکہ ہمارے فتاوے ان کے سامنے ہیں اور وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ ہماری ایک فنی بحث ہے ۔ جو اسلامی مسائل میں علماء کی بے لاگ تحقیق و تنقید کا ایک شاہد ہے ۔ مشینی طریقہ ذبح کے ناجائز ہونے اور بغیر بسم اللہ کے ذبیحہ حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ۔ میں اس جگہ یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ بحمد اللہ ملک کے معبر علماء میں موجودہ زمانہ کی ضروریات و مشکلات کا پورا احساس ہے اور مشینی دور کے پیدا کردہ نئے مسائل میں باہمی بحث و تمحیص اور شرعی حدود کے اندر گنجائشوں کی تلاش کا سلسلہ جاری رہتا ہے ۔ فنی اور فقہی بحثیں درمیان میں آتی ہیں ، اور منشاء یہ ہوتا ہے کہ سب علماء کی رائیں سامنے آ جانے کے بعد اتفاق آراء کے ساتھ کوئی فیصلہ مسلمانوں کے سامنے رکھا جائے اس کام کے لئے کراچی میں اہل فتویٰ علماء کی ایک جماعت کام کر رہی ہے ۔ کاش ادارہ تحقیقات اسلامی خود یہ صحیح طریقہ کار اختیار کر لیتا تو اس کی خدمات مسلمانوں میں افتراق اور خلفشار پھیلانے کے بجائے وقت کی اہم خدمت ہوتی ۔ میں ڈاکٹر صاحب کو پورے اخلاص و ہمدردی سے پھر اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اگر فی الواقع

ہ زمانے کے پیدا کردہ نئے مسائل کا شرعی حل تلاش کرنا چاہتے ہیں تو اصولی طور پر ایک بات سامنے رکھیں کہ
۔ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کسی اندھیرے میں چھوڑ کر تشریف نہیں لے گئے۔ قیامت تک پیدا ہونے
اے مسائل کا حل بتا گئے ہیں۔ ایسے مسائل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہ ہے :۔

شاور الفقہآ العابدین ولا تعض فیہ برای خاصتہ ۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جن
سائل کا صریح حکم کتاب و سنت میں مذکور نہیں، ان کے حل کا طریقہ اہل فتوی، اہل تقوی علمار کا باہمی
شورہ ہے ۔ انھیں شخصی اور انفرادی رائے کا مسلمانوں پر مسلط کرنا جرم ہے ۔

(ہفت روزہ "شہاب" لاہور، ۱۵ اکتوبر ۶۷ء)

حواشی و حوالہ جات

[۱] تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ۔ الجزو الاول ص ۶۷۶ ۔ استفتاء کا عربی متن یہ ہے :۔
ان ذبحھم (نصاری الترنسفال) مخالف وذلك لانھم یضربون البقر بالبلط وبعد
ذلك یذبحون بغیر تسمیۃ والغنم یذبحونھا بغیر تسمیۃ ایضاً۔ ھل یجوز ذلك ام لا ؟

[۲] محولہ بالا ص ۶۸۸

[۳] مولانا مفتی محمد شفیع کا مضمون۔ ماہنامہ "البینات" کراچی۔ بابت فروری ۱۹۶۵ء ص ۴۶

[۴] حجتہ اللہ البالغہ کے یہ اقتباسات مولانا محمد اسماعیل گودھری کے اردو ترجمہ شائع کردہ
شیخ غلام علی اینڈ سنز سے لئے گئے ہیں۔

[۵] ترجمہ حجتہ اللہ البالغہ ص ۴۹۰

[۶] محولہ بالا ص ۴۹۱

[۷] محولہ بالا ص ۴۸۴

[۸] " ص ۴۸۴

[۹] " ص ۴۸۴، ص ۴۸۵

[۱۰] تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ الجزء الاول۔ تالیف السید محمد رشید رضا مطبوعہ المنار
مصر۔ مصنف کے آخری الفاظ یہ ہیں :۔ وذکرنا فی الجزء الماضی ما یؤید رای الجمہور من
کون آیات تحریم الاھلال لغیر اللہ مکیۃ وتقدم ایضاً ان ما اھل بہ لغیر اللہ ھو

اشد المحرم تحریماً لان علته دینیة تتعلق بجوھر التوحید -

۱۱؎ تفسیر القرآن الحکیم الشھیر بتفسیر المنار الجزو السادس ص۱۷۷ ° ونسر الجمھور الطعام ھنا بالذبائح او اللحوم لان غیرھا حلال بقاعدۃ اصل الحل .....'' شیعہ مذہب میں طعام سے مراد اناج وغیرہ ہے۔

۱۲؎ محولہ بالا ص۱۷۸ - عربی متن یہ ہے :- وقد شدد اللہ فیما کان علیہ مشرکوا العرب من اکل المیتة بانواعھا المتقدمة والذبح للاصنام لئلا ینسا ھل بہ المسلمون الاولون تبعاً للعادۃ وکان اھل الکتاب ابعد منھم عن اکل المیتة والذبح لغیر اللہ ولانہ کان من سیاسة الدین التشدید فی معاملة مشرکی العرب حتی لا یبقی فی الجزیرۃ منھم احدٌ الا ویدخل فی الاسلام وتخفف فی معاملة اھل الکتاب استمالة لھم'

۱۳؎ و ۱۴؎ محولہ بالا ص۱۷۸

۱۵؎ - تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ الجزو الاول ، ص۶۷۷ - عربی متن یہ ہے :- والحاصل ان حل الذبیحة تابعٌ لحل المناکحة علی التفصیل المقرر فی الفروع - والطعام اسمٌ لما یوکل و منہ الذبائح وذھب اکثر اھل العلم ان تخصیصہ ھنا بالذبائح ورجحہ الخازن - وفی ھذہ الآیة دلیل علی ان جمیع طعام اھل الکتاب من الحم وغیرہ حلالٌ عند المسلمین وان کانوا لا یذکرون اسم اللہ علی ذبائحھم وتکون ھذہ الآیة مخصصة لعموم قولہ (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) وظاھر ھذا ان ذبائح اھل الکتاب حلالٌ وان ذکر الیھودی علی ذبیحتہ اسم عزیر وذکر النصرانی علی ذبیحتہ اسم المسیح ، والیہ ذھب ابو الدرداء وعبادۃ بن صامت وابن عباس والزھری وربیعة والشعبی ومکحول وقال علی وعائشة وابن عمر اذا سمعت الکتابی یسمی غیر اللہ فلا تأکل وھو قول طاوس والحسن وتمسکوا بقولہ تعالی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) ویدل علیہ ایضاً قولہ (وما اھل بہ لغیر اللہ) وقال مالک انہ یکرہ ولا یحرم وسئل الشعبی وعطاء عنہ فقال یحل فان اللہ قد احل ذبائحھم وھو یعلم ما یقولون: فھذا الخلاف اذا علمنا ان اھل الکتاب ذکروا علی ذبائحھم اسم غیر اللہ - واما مع

عدم العلم فقد حکی الکیا الطبری وابن کثیر الاجماع علی حلّھا لھذہ الآیۃ ولما ورد فی السنۃ من اکلہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الشاۃ المصلیۃ التی اھدتھا الیہ الیھودیۃ وھو فی الصحیح

[16] محولہ بالا ص ۶۷۸ اصل عربی یہ ہے: ومجئ الآیۃ الکریمۃ (الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حلٌ لکم) من بعد آیۃ تحریم المیتۃ (وما اھل لغیر اللّٰہ بہ) بمنزلۃ دفع ما یتوھم من تحریم طعام اھل الکتاب لانھم یعتقدون بالوھیۃ عیسیٰ وکانوا کذالک کافۃ فی عھدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام الاّ من اسلم منھم۔ ولفظ اھل الکتاب مطلق لا یصح ان یحمل علی ھذا القلیل النادر فاذاً تکون الآیۃ کالصریح فی حل طعامھم مطلقاً کما کانوا یعتقدونھا حلالاً فی دینھم دفعاً للحرج فی معاشرتھم ومعاملتھم"

[17] ابو عبداللہ محمد بن محمد القرطبی۔ الجامع لاحکام القرآن۔ القاہرہ ۱۹۳۸ء ج ۷ ص ۷۵۔ عربی متن یہ ہے: ان ترکھا (التسمیۃ) عامداً او ناسیاً یا کلھا۔ وھو قول الشافعی و الحسن وروی ذلک عن ابن عباس وابی ھریرۃ وعطاء وسعید بن المسیب والحسن وجابر بن زید وعکرمۃ وابی عیاض وابی رافع وطاؤس وابراھیم النخعی وعبدالرحمٰن بن ابی لیلی وقتادہ۔ وحکی الزھراوی عن مالک بن انس انہ قال: تؤکل الذبیحۃ التی ترکت التسمیۃ علیھا عمداً اونسیاناً۔ وعن ربیعۃ ایضاً۔ قال عبد الوھاب: التسمیۃ سنۃ۔ فاذ ترکھا الذابح ناسیاً أکلت الذبیحۃ فی قول مالک واصحابہ۔

[18] البجیرمی، سلیمان بن عمر۔ حاشیۃ البجیرمی علی المنھج۔ القاہرہ ۱۹۵۰ء ج ۴ ص ۲۹۷۔ اصل عبارت یہ ہے:۔ فلو ترک التسمیۃ ولو عمداً حلّ لان اللّٰہ تعالیٰ اباح ذبائح اھل الکتاب بقولہ: وطعام الذین اوتوا الکتاب حلٌ لکم وھم لا یذکرونھا۔ واما قولہ تعالیٰ: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ والمراد ماذکر علیہ غیر اسم اللّٰہ یعنی ما ذبح للاصنام بدلیل قولہ: وما اھل لغیر اللّٰہ بہ وسیاق الآیۃ دالٌ علیہ فانہ قال: وانہ لفسق والحالۃ التی یکون فیھا فسقاً ھی الاھلال لغیر اللّٰہ تعالیٰ:

اَوفسقاً اُھلّ لغیر اللّٰہ بہ۔ وقال ابوحنیفۃ ترکھا عمداً یحرم الذبیحۃ۔

۱۹ ۔ تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ الجزوالاول ص۶۸۹ عربی متن یہ ہے:۔

۔۔۔۔۔ وان طعام اھل کتاب حلالٌ وذبائحھم ذکیۃ وذلک مما حرم علی المومنین اکلہ بقولہ (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ) بمعزلٍ لان اللّٰہ انما حرم علینا بھذہ الآیۃ المیتۃ وما اھل بہ للطواغیت۔ وذبائح اھل الکتاب ذکیۃ سموا علیھا اَو لم یسموا، لانھم اھل توحید واصحاب کتب اللّٰہ یدینون باحکامھا یذبحون بادیانھم کما یذبح المسلم بدینہ، سمی اللّٰہ علی ذبیحتہ اَو لم یسمہ الا یکون تراث من ذکر تسمیتہ علی ذبیحہ علی الدینونۃ بالتعظیم اَو لعبادۃ شئ سوی اللّٰہ فیحرم حینئذٍ اکل ذبیحتہ سمی اللّٰہ اَولم یسم۔

۲۰ محولہ بالا ص۶۸۰

۲۱ القاضی ابوبکر بن العربی کے فتوے کا نص:۔

وھذا دلیلٌ قاطع علی اَن الصید وطعام الّذین اوتوا الکتاب من الطیبات التی اباحھا اللّٰہ وھو الحلال المطلق، وانما کررہ اللّٰہ لیرفع الشکرک ویزیل الاعتراضات عن الخواطر الفاسدۃ التی توجب الاعتراضات وتخرج الی تطویل القول ولقد سئلت عن النصرانی یفتل عنق الدجاجۃ ثم یطبخھا، ھل توکل معہ؟ اَو توخذ منہ طعاماً؟ — وھی المسئلۃ الثامنۃ — نقلت توکل لانھا طعامہ وطعام احبارہ ورھبانہ وان لم تکن ھذہ ذکاۃ عندنا ولکن اللّٰہ اباح لنا طعامھم مطلقاً، وکل ما یرونہ فی دینھم فانہ حلالٌ لنا الا ما کذبھم اللّٰہ فیہ۔ ولقد قال علماءنا: انھم یعطوننا نساءھم ازواجاً فیحل لنا وطؤھن فکیف لا ناکل ذبائحھم والاکل دون الوطء فی الحل والحرمۃ

تاریخ الاستاذ الامام شیخ محمد عبدہ ص۶۸۳

۲۲ تفسیر القرآن جلد دوم ص۱۸۱ (تفسیر سورہ المائدہ) از سر سید احمد خان

۲۳ وروی البخاری والنسائی وابن ماجۃ من حدیث عائشۃ ان قوماً قالوا یارسول اللّٰہ: ان قوماً یاتوننا باللحم لا ندری ذکروا اسم اللّٰہ علیہ اَم لا فقال "سموعلیہ انتم وکلوا"

قال وکانوا احدیثی عہد بالکفر۔ تفسیر المنار۔ الجزء السادس ص۱۴۶

۲۴ والصواب من القول فی ذلك ان یقال ان اللہ عنی بذلك ما ذبح للاصنام والآلهة أو ما مات او ذبحه من الا تحل ذبیحه ۔الخ ۔ محوله بالا ص۱۴۶

۲۵ ص۱۴۴ اعربی متن یہ ہے :۔ ولما كانت التذكية المعتادة فی الغالب لصغار الحيوانات المقدور عليها هی الذبح كثر التعبير به فجعله الفقهاء هو الاصل وظنوا انه مقصود بالذات لمعنى فيه فعلل بعضهم مشروعية الذبح بانه يخرج الدم من البدن الذی يضر بقاؤه فيه لما فيه من الرطوبات والفضلات ولهذا اشترطوا فيه قطع الحلقوم والودجين والمرئ على خلاف بينهم فی تلك الشروط ۔ وان هذا التحكم فی الطب والشرع لغير بينة ولو كان الامر كما قالوا لما احل الصيد الذی يأتی به الجارح ميتاً وصيد السهم والمعراض اذا اخزق لان هذا الخزق لا يخرج الدم الكثير كما يخرجه الذبح ۔ والصواب ان الذبح كان ولا يزال اسهل انواع التذكية على اكثر الناس فلذلك اختاروه واقرهم الشرع عليه لانه ليس فيه من تعذيب الحيوان ما فی غيره من انواع القتل. كما اقرهم على صيد الجوارح والسهم والمعراض ونحو ذلك وانی لاعتقد أن النبی صلی اللہ علیه وسلم لو اطلع على طريقة للتذكية اسهل على الحيوان ولا ضرر فيها كالتذكية بالكهربائية ۔ ان صح هذا الوصف فيها ۔ يفضلها على الذبح لان قاعدة شريعته انه لا يحرم على الناس الا ما فيه ضرر لانفسهم أو غيرهم من الاحياء، ومنه تعذيب الحيوان بالوقذ ونحوه وامور العادات فی الاكل واللباس ليست مما يتعبد اللہ الناس لتعبداً باقرارهم عليه، وانما تكون احكام العبادة بنصوص من الشارع تدل عليها، ولا يعرف مراد الشارع وحكمته فی مسألة من المسائل الا بفهم كل ما ورد فيها بجملته ۔ ولو كان اقرار الناس على الشئ من العادات أو استثناف الشارع لها حجة على التعبد بها لوجب على المسلمين اتباع النبی صلی اللہ علیه وسلم فی كيفية اكله وشربه ونومه، بل هنالك ما هو اجدر بالوجوب كالتزام صفة مسجده وحينئذٍ يحرم فرشه ووضع السرج والمصابيح فيه ۔

٢٦ تفسیر المنار. الجزو السادس ص ١٣٥ ۔ عربی متن یہ ہے: وقد تأملنا مجموع ما ورد فی التذکیة ففهمنا أن غرض الشارع منها اتقاء تعذیب الحیوان بقدر الاستطاعة...

٢٧ تاریخ الاستاذ الامام الشیخ محمد عبده الجزو الاوّل ص ٦٨٣

لا اشکال فیہ (أی قول ابن العربی) عند التأمل لان الله أباح لنا اکل طعامهم الذی یستحلونہ فی دینهم علی الوجہ الّذی ابیح لهم من ذکاة بما شرعت فیہ الزکاة علی الوجہ الّذی شرعت ۔ ولا یشترط أن تکون ذکاتهم موافقہ لزکاتنا فی ذلک الحیوان المذکی ولا یستثنی من ذلک الا ما حرم اللّٰہ سبحانہ علینا بالخصوص کالخنزیر وکالمیتة التی لم تقتل بقصد الاکل، واما ما لم یحرم علینا علی الخصوص فهو مباح کسائر اطعمتهم، وکل ما یفتقر الی الذکاة من الحیوانات فاذا کان علی مقتضی دینهم حل لنا أکلہ، ولا یشترط فی ذلک ان تکون ذکاتهم موافقة لزکاتنا، وذلک رخصة من اللّٰہ وتیسیر علینا. واذا کانت الزکاة تختلف فی شریعتنا ۔ فتکون ذبحاً فی بعض الحیوانات، ونحراً فی بعض وعقراً فی بعض، وقطع عضو کرأس وشبهہ کما هو ذکاة الجراد، ووضعاً فی ماء حار کذلک کالحلزون ۔ فاذا کان هذا الخلاف عندنا بالنسبة الی الحیوانات فکذلک قد یکون شرع فی غیر ملتنا سل عنق الحیوان علی وجہ الزکاة، فاذا اجاز الکتابی ذلک اکلنا طعامہ کما أذن لنا ربنا سبحانہ، ولا یلزمنا أن نبحث عن شریعتهم فی ذلک. بل اذا رأینا اهل دینهم یستحلون ذلک أکلنا کما قال القاضی ابوبکر لانها طعام احبارهم ورهبانهم.

" وانما وقع الاستشکال فی هذه المسئلہ لان سل عنق الحیوان عندنا لا یستباح بہ أکل الحیوان بل یصیر میتة فصارت الطباع نافرة عن الحیوان المفعول بہ ذلک فحین اباح القاضی ذلک من طعام اهل الکتاب رفع استشکالہ ولا اشکال فیہ علی ما قررتہ ۔